بسم اللہ الرحمن الرحیم

محترم حضرت مفتی صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

درج ذیل مسائل میں شرعی رہنمائی درکار ہے:

موضوع: خام مال:(raw material) پر زکوۃ کا حکم

ہمارا ایک مینوفیکچرنگ ادارہ ہے جس میں مختلف اجزائے ترکیبی (جڑی بوٹیاں) ملا کر پروڈکٹ تیار کی جاتی ہے اور پھر ان پروڈکٹس کو مارکیٹ میں عام گاہک تک پہنچا کر نفع حاصل کیا جاتا ہے، ہمارے پاس خام مال بڑی مقدار میں موجود رہتا ہے اسلئے اسکی زکوۃ کی ادائیگی سے متعلق چند امور میں رہنمائی درکار تھی۔ خام مال سے مراد وہ مختلف اجزائے ترکیبی ہیں جو ہم اپنی پروڈکٹ میں استعمال کرتے ہیں۔ ان کی دو صورتیں ہوتی ہیں:

الف...: بعض ایسے ہوتے ہیں جو عام مارکیٹ میں دستیاب بھی ہوتے ہیں اور ہر وقت بک بھی سکتے ہیں۔ البتہ قیمتِ خرید کے مقابلہ میں کم قیمت پر ہی بکتے ہیں۔

ب.....: بعض ایسے ہوتے ہیں جو عام مارکیٹ میں دستیاب نہیں ہوتے یا عموماً باہر سے امپورٹ کئے جاتے ہیں اور ہمارے سوا یہاں انہیں کوئی استعمال نہیں کرتا، تو اگر ایسے اجزاء مارکیٹ میں بیچے جائیں تو انکی موجودہ قیمت، قیمتِ خرید سے بہت کم نکلے۔

اب ہمیں یہ مسئلہ درپیش ہے کہ زکوۃ کی ادائیگی کیلئے انکی کونسی قیمت کا اعتبار کیا جائے؟ ان دونوں قسم کے اجزاء کی قیمت لگانے کے اعتبار سے سے تین صورتیں بنتی ہیں:

الف: مارکیٹ پرائس

ب: قیمتِ فروخت

ج: قیمتِ خرید

ذیل میں انکی تفصیل درج ہے:

الف...: مارکیٹ پرائس:

اس کا مطلب ہے کہ ہمارے پاس موجود خام مال کی اس وقت مارکیٹ میں جو قیمت چل رہی ہے (اگر معلوم ہو جانے والی ہو) تو اسے معیار بنا کر زکوۃ ادا کر دی جائے جیسے سونے کی زکوۃ میں مارکیٹ کی قیمت کے مطابق زکوۃ ادا کی جاتی ہے۔

ب..... : قیمتِ فروخت:

جب ہم کسی شئے کو خام مال کی عام مارکیٹ سے خریدتے ہیں تو کافی تگ و دو کرنی پڑتی ہے، پہلے مختلف سپلائرز سے اس چیز کے نمونے (sample) لیتے ہیں۔ پھر وہ اپنے ہاں کوالٹی کے شعبہ سے پاس کرواتے ہیں، چیز کے معیار، کوالٹی، علاقے وغیرہ کے اعتبار سے ان کی قیمت لگتی ہے پھر مختلف سپلائرز کی قیمتوں کے درمیان تقابل کر کے اور ان سے قیمتیں کم وغیرہ کروا کے مال

دار الافتاء فتوی نمبر ۱۶۶۱/۷

خریدتے ہیں۔مال خریداری کے بعد ہم دوبارہ کبھی اسے خام مال کی مارکیٹ میں نہیں بیچتے بلکہ جلد یا بدیر اپنے ہی استعمال میں آجاتا ہے اور پروڈکٹ تیار کرکے گاہک کو فروخت کی جاتی ہے۔اب اگر ہم کسی چیز کی " خام مال کی عام مارکیٹ " کی حقیقی قیمتِ فروخت معلوم کرنا چاہیں تو یہ بہت مشکل ہوگا اور اس میں کئی مسائل ہیں، مثلاً:

1. اس مال کی حقیقی قیمتِ فروخت معلوم کرنے کیلئے انہی مراحل سے گزرنا پڑے گا جو خریداری کے وقت کئے گئے تھے کیونکہ کوالٹی کی تعیین کے بغیر کوئی ہم سے خریدنے کے لئے تیار نہیں ہوگا، چنانچہ لازمی طور پر خریدنے والا ہمارے مال کے سیمپلز حاصل کرے گا اور اس کے بعد مشورہ وغیرہ کرکے ہمیں قیمت بتائے گا، اور اس طرح یہ ایک مشکل اور طویل مرحلہ ہو جائے گا۔
2. ہماری خرید کردہ اشیاء کی فہرست بہت طویل ہے اور اگر ان سب کی قیمتِ فروخت کا اندازہ لگانے کی کوشش کی جائے تو بہت زیادہ وقت درکار ہوگا اور مشکلات پیش آئیں گی۔
3. بہت ساری چیزیں ایسی ہوتی ہیں جو کسی خاص موسم (season) میں خریدی جاتی ہیں اور اگر زکوۃ نکالتے وقت انکی قیمتِ فروخت کا اعتبار کیا جائے تو بہت سا فرق آسکتا ہے کیونکہ اس وقت وہ اشیاء مارکیٹ میں موجود نہیں ہوتیں تو بعض اوقات ریٹ بہت گر جاتا ہے اور بعض دفعہ بہت بڑھ جاتا ہے۔
4. پھر ان میں سے کئی چیزیں ایسی ہوتی ہیں جو ہم باہر سے امپورٹ کرتے ہیں اور جن کی یہاں کوئی مارکیٹ نہیں ہوتی اسلئے ان کی موجودہ قیمت کا اندازہ لگانے میں بہت زیادہ مشکلات ہیں جیسا کہ اوپر گزرا۔
5. اس تمام صورتحال کے باوجود اگر ہم کسی طرح حقیقی قیمتِ فروخت معلوم کر بھی لیں تو عمومی طور پر وہ قیمتِ خرید اور مارکیٹ ریٹ سے بھی کم ریٹ ہوگا کیونکہ ہماری طرح کا کوئی ادارہ جب کبھی اپنا کوئی مال بیچنا چاہے تو خریدنے والا عموماً یہ سوچتا ہے کہ یہ اپنا مال کیوں بیچ رہے ہیں، ظاہر ہے کوئی خامی ہوگی تو بیچنا چاہتے ہیں، اس لئے اس گمان پر خریدنے والے اس چیز کا اس سے بھی کم ریٹ لگاتے ہیں جو اس وقت مارکیٹ میں چل رہا ہوتا ہے۔

بہر حال صورتحال یہ ہے کہ ہم اگر کسی چیز کی قیمتِ فروخت ایسی طرح معلوم کرنا چاہیں کہ وہ بالکل حقیقی ہو یا حقیقت کے قریب قریب ہو تو ایسی صورت میں مذکورہ بالا طویل مراحل سے گزرنا ضروری ہے اور اگر ان مراحل سے گزرے بغیر ریٹ لگانے کی کوشش کریں تو وہ محض فرضی ریٹ ہوگا، جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہوگا۔

ج..... : قیمتِ خرید :

خام مال کی زکوۃ دینے کا یہ سب سے آسان طریقہ ہے۔کیونکہ ہر چیز کی قیمتِ خرید سسٹم میں موجود ہوتی ہے لہٰذا زکوۃ کا حساب کرتے وقت اسی قیمت کو پیش، نظر رکھ کر زکوۃ ادا کر دی جائے۔

مذکورہ تمام تفصیل کے بعد جواب طلب امور یہ ہیں:

سوال نمبر 1:.... مذکورہ بالا تفصیل کی روشنی میں ہم خام مال کی کونسی قیمت کا اعتبار کرکے زکوٰۃ کا حساب لگائیں؟؟ برائے مہربانی کوئی ایسا قابلِ عمل حل بتائیں جس کو اختیار کرکے ہم اپنی پوری زکوۃ، کم سے کم وقت میں، سہل انداز میں بنا سکیں۔

دار الافتاء

(3)

سوال نمبر 2:.... کیا شرعا اسکی گنجائش بنتی ہے کہ ہم قیمتِ خرید کا ہی اعتبار کر لیا کریں؟ جبکہ دیگر صورتوں میں خام مال بڑے پیمانے پر ہونے میں کافی مشکلات ہیں۔

سوال نمبر 3:.... یہاں یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ قیمتِ خرید کے علاوہ پہلی دونوں قیمتوں (مارکیٹ پرائس اور قیمتِ فروخت) کی تعیین میں اختلاف بھی ہو سکتا ہے، اس لئے کہ ایک ہی طرح کے مال کی قیمت مارکیٹ میں مختلف چل رہی ہوتی ہے، ایسی صورت میں جبکہ ایک چیز کی مارکیٹ پرائس یا قیمتِ فروخت معلوم کرنے پر مختلف قیمتیں حاصل ہوں تو ان میں سے کس قیمت کا اعتبار ہو گا، اور قیمت کے تعین کا کیا طریقہ کار ہو گا؟

شرعی حوالے سے رہنمائی فرما کر ممنون فرمائیں۔------------------------ جزاکم اللہ خیرا ——— والسلام

سائل

عبدالنافع

03018246953

مینو فیکچرنگ انڈسٹریز

کورنگی کراچی

26 اگست 2014ء

(جواب منسلک ہے)

دار الافتاء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامدا ومصليا

﴿۱، ۲﴾۔۔۔مذکورہ خام مال شرعاً مالِ تجارت ہے، لہٰذا اسکا اصل حکم تو یہی ہے کہ اسکی زکوۃ قیمتِ فروخت کے حساب سے نکالنا ضروری ہے۔ اسلئے اولاً تو یہی کوشش کی جائے کہ قیمتِ فروخت کا اندازلگا کر اسکے حساب سے زکوۃ ادا کی جائے، خواہ وہ قیمتِ خرید سے کم ہو یا زیادہ۔ تاہم اگر قیمتِ فروخت کا درست اندازہ لگانا مشکل ہو تو اصل لاگت یا قیمتِ خرید کے حساب سے زکوۃ نکالنا بھی جائز ہے، جبکہ ظنِ غالب ہو کہ قیمتِ فروخت اس سے کم ہی ہوگی، زیادہ نہ ہوگی۔

المعايير الشرعية ، المعيار الخامس والثلاثون ، معيار الزكاة (٤٧٧)

٢/٢/٥ يتم تقويم عروض التجارة بالقيمة السوقية للبيع في مكان وجودها حسب طريقة بيعها بالجملة أو التجزئة ، فإن كان البيع بهما فالعبرة بالأغلب . ولا تقوم بالتكلفة أو السوق أيهما أقل ،لكن إن تعسر تقويمها تزكى بالتكلفة .

١/٦/٢/٥ المخزون السلعي المعدّ للتجارة ، والمواد الخام بأنواعها ، والبضائع المعدة للبيع علي حالتها أو بعد تحويلها بتصنيعها مع إضافة مواد أو قطع أخري إليها : يزكي بالقيمة السوقية للبيع .

وإذا كانت البضاعة معيبة : فتزكى بالقيمة السوقية بحسب بيعها جملة أو تجزئة ، فإن كان البيع بهما فالعبرة بالأغلب ، وإذا كانت البضاعة بطيئة الحركة فتزكى بقيمتها السوقية بحالتها الراهنة...

٢/٦/٢/٥ البضاعة قيد التصنيع : تزكى بقيمتها السوقية بحالتها يوم الوجوب ، فإن لم تعرف لها قيمة سوقية تزكى تكلفتها ...

٨/٢/٥ ما يوجد في نهاية الحول من مواد خام (أولية) مما يدخل عادة في تركيب المادة المصنوعة المقصود بها التجارة وتبقى عينه يزكى بحسب القيمة السوقية قبل دخوله في المصنوعات ، أما المواد المساعدة التي لاتدخل في تركيب المصنوعات ولا تبقى عينها ، مثل الوقود ومواد التنظيف فلا زكاة فيها

٩/٢/٥ تزكى السلع المصنعة وغير المنتهية الصنع المقصود بها التجارة زكاة عروض التجارة بحسب القيمة السوقية وبحالتها الراهنة.

﴿۳﴾۔۔۔اگر کسی سامانِ تجارت کی قیمت بازار میں مختلف چل رہی ہو تو اس وقت زکوۃ کی ادائیگی میں کونسی قیمت کا اعتبار کیا جائے؟ اس سے متعلق کتبِ فقہ میں کوئی تصریح نہیں مل سکی۔ البتہ فقہاءِ کرامؒ نے یہ مسئلہ ذکر کیا ہے سامانِ تجارت کی قیمت سونے کے حساب سے الگ ہو اور چاندی کے حساب سے الگ، تو اس صورت میں وہ قیمت لگائی جائے گی جس میں زکوۃ زیادہ بنتی ہو، کیونکہ اس میں فقراء کا فائدہ زیادہ ہے۔ اس قاعدہ کے رُو سے صورت میں مسئولہ میں احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ ادائیگیٔ زکوۃ میں اس قیمت کا اعتبار کیا جائے جس میں فقراء کا فائدہ زیادہ ہو۔

دار الافتاء

فتح القدير للكمال ابن الهمام – (٢ / ٢٢٠)

قال في النهاية في وجه هذه الرواية: إن المال كان في يد المالك ينتفع به زمانا طويلا فلا بد من اعتبار منفعة الفقراء عند التقويم، ألا ترى أنه لو كان يقومه بأحد النقدين يتم النصاب وبالآخر لا فإنه يقومه بما يتم به النصاب بالاتفاق فهذا مثله انتهى. وفي الخلاصة قال: إن شاء قومها بالذهب وإن شاء بالفضة. وعن أبي حنيفة أنه يقوم بما هو الأنفع للفقراء.وعن أبي يوسف يقوم بما اشترى، هذا إذا كان يتم النصاب بأيهما قوم، فلو كان يتم بأحدهما دون الآخر قوم بما يصير به نصابا انتهى. فإنما يتجه أن يجعل ما فسر به بعض المراد بالأنفع، فالمعنى يقوم المالك بالأنفع مطلقا فيتعين ما يبلغ به نصابا دون ما لا يبلغ: فإن بلغ بكل منهما وأحدهما أروج تعين التقويم بالأروج

الدر المختار – (٢ / ٢٩٩)

(مقوما بأحدهما) إن استويا، فلو أحدهما أروج تعين التقويم به؛ ولو بلغ بأحدهما نصابا دون الآخر تعين ما يبلغ به، ولو بلغ بأحدهما نصابا وخمسا وبالآخر أقل قومه بالأنفع للفقير سراج.

رد المحتار – (٢/ ٢٩٩)

(قوله: مقوما بأحدهما) تكرار مع قوله من ذهب أو ورق؛ لأن ما معناها التخيير ومحل التخيير إذا استويا فقط.أما إذا اختلفا قوم بالأنفع اهـ ح ..(قوله: تعين التقويم به) أي إذا كان يبلغ به نصابا، لما في النهر عن الفتح: يتعين ما يبلغ نصابا دون ما لا يبلغ، فإن بلغ بكل منهما وأحدهما أروج تعين التقويم بالأروج (قوله: ولو بلغ بأحدهما نصابا وخمسا إلخ) بيانه ما في النهر عن السراج: لو كان بحيث لو قومها بالدراهم بلغت مائتين وأربعين وبالدنانير ثلاثا وعشرين قومها بالدراهم لوجوب ستة فيها، بخلاف الدنانير فإنه يجب فيها نصف دينار وقيمته خمسة، ولو بلغت بالدنانير أربعة وعشرين وبالدراهم مائة وستة وثلاثين قومها بالدنانير. اهـ.وفي الهداية كل دينار عشرة دراهم في الشرع. قال في الفتح: أي يقوم في الشرع بعشرة كذا كان في الابتداء

والله تعالى أعلم

محمد طلحه هاشم عفی عنه
دار الافتاء جامعہ دار العلوم کراچی
١/محرم الحرام ١٤٣٦ھ
٢٦/اكتوبر/٢٠١٤ء

الجواب صحيح
١/١/١٤٣٦ھ

الجواب صحيح
١/١/١٤٣٦ھ

الجواب صحيح
١/١/١٤٣٦ھ

الجواب صحيح
[illegible] عفا الله عنه
١/١/١٤٣٦